



سکلنگ فاؤنڈیشن



خوشخبری

گھر بیٹھے کال کریں اور اپنا تعلیمی کام مکمل کروائیں

خوشخبری

Skilling.pk

Diya.pk

WhatsApp: 0332-4646739

WhatsApp: 0314-4646739

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

Skilling.pk

Diya.pk

WhatsApp: 0332-4646739

WhatsApp: 0314-4646739

لیسن پلین۔ فائنل لیسن پلین

حل شدہ اسائنمنٹ۔ پی ڈی ایف۔ ورڈ فائل۔ ہاتھ سے لکھی

Skilling.pk

Diya.pk

WhatsApp: 0332-4646739

WhatsApp: 0314-4646739

مکمل حل شدہ تھیسس

گیس پیپرز۔ پاسٹ پیپرز

پریکٹس رپورٹ۔ ٹیچنگ پریکٹس

Skilling.pk

Diya.pk

WhatsApp: 0332-4646739

WhatsApp: 0314-4646739

انتہائی مناسب ریٹ

بکس منگوائیں۔ آن لائن ٹیوشن

داخلہ بھجوائیں۔ فیس جمع کروائیں

Skilling.pk

Diya.pk

WhatsApp: 0332-4646739

WhatsApp: 0314-4646739

نوٹ: تمام یونیورسٹیز کے آن لائن داخلے بھجوانے اور حبابز کے لیے آن لائن اپلائی کروانے کے لیے رابطہ کریں۔

اسائنمنٹ ایل ایم ایس پر اپلوڈ کروائیں

آن لائن ورکشاپس۔ ٹیوٹرلسٹ

اس کے علاوہ: کمپوزنگ، سکینگ، کلرپرٹنگ، فلیکس بنوانے، وزٹنگ کارڈ، سٹیمپ، لیٹر پیڈ، کاروبار کے لیے ویب سائٹ بنوانے، سکول کالجز کے لیے آئی ٹی لیب بنوانے اور لیب ٹاپ خریدنے کے لیے رابطہ کریں۔

Skilling.pk

Diya.pk

WhatsApp: 0332-4646739

WhatsApp: 0314-4646739

(PAY ONLINE)



اگر آپ تعلیمی نیوز، جابز اور باقی تمام اپ ڈیٹس اپنے موبائل پر فری حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو نیچے دیے گئے واٹس ایپ نمبر کو اپنے موبائل میں سیو کر کے اپنا نام لکھ کر واٹس ایپ کر دیں۔ سٹیٹس روزانہ لازمی چیک کریں۔



Skilling.pk



0314-4646739



0332-4646739

امتخانی مشق نمبر 2

سوال نمبر 1

مندرجہ ذیل خالی جگہ درست جواب کی مدد سے پر کریں۔

جواب: مطالبہ پاکستان

1۔ 1946 کے انتخابات مسلم لیگ نے۔۔۔۔۔ کی بنیاد پر پڑے۔

جواب: صوبہ سرحد

2- 1927ء میں قائد اعظم محمد علی جناح۔۔۔ میں سیاسی اصلاحات کی آواز اٹھائی۔

جواب: 3:

3 منصوبے کا اعلان برطانوی پارلیمنٹ میں۔۔۔۔۔ جون کو کیا گیا۔

جواب: غزل

4 کشور ناہید اور پروین شا کرنے۔۔۔۔۔ کونسوانی حسن دیا۔

جواب: پنجاب

5 و زیراعظم ملک فیروز خان نون کا تعلق صوبہ ----- کے جاگیردار طبقے سے تھا۔

جواب: 20

6 صد ارق اعلان كے بعد۔۔۔ دن بعد سكندر مرزا كو اپنا عہدہ چھوڑنے كے ليے كہا گيا۔

جواب: صدر

7 سکندر مرزا کے عہدہ چھوڑنے کے بعد چیف مارشل لاء اینڈ سٹریٹرنے ملک کے۔۔۔۔ کا عہدہ بھی سنبھال لیا۔

جواب: people:

8۔ اپوان زیریں کو جو 400 ممبران پر مشتمل تھا اس کو----- house of کا نام دیا گیا تھا۔

جواب:

9۔ 1948 کی جنگ بندی کے وقت سے آج تک کشمیر ایک متنازعہ علاقہ چلا آ رہا ہے۔

جواب: مہاجرین

10۔ حکومت پاکستان نے ستمبر 1948ء میں۔۔۔۔۔ کی آباد کاری کے لیے ایک باقاعدہ وزارت قائم کی۔

سوال نمبر 2

آزادی کے وقت پاکستان کو پیش آنے والے اہم مسائل کون کون سے تھے؟ تجزیہ کریں۔

جواب: نئی مملکت کے مسائل:

برصغیر کے مسلمانوں کی عظیم جدوجہد کے نتیجے میں 14 اگست 1947ء کو پاکستان ایک آزاد ملک کی حیثیت میں دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔ قائد اعظم محمد علی جناح اس کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے اور لیاقت علی خاں کی قیادت میں پاکستان کی پہلی کابینہ تشکیل پائی۔ اس نئی مملکت کو آغاز ہی میں بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ مسئلہ کشمیر:

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کو جس سب سے بڑے مسئلے کا سامنا کرنا پڑا وہ مسئلہ کشمیر ہے ریاست جموں و کشمیر برصغیر کے شمال میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ 84471 مربع میل ہے۔ 1941ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی کوئی چالیس لاکھ افراد تھی جس میں سے 85 فیصد آبادی مسلمانوں مشتمل تھی اور کشمیر جغرافیائی طور پر تین راستوں سے پاکستان سے ملا ہوا تھا۔ اس کی تقریباً ایک ہزار میل لمبی سرحد پاکستان سے ملی ہوئی تھی لیکن وہاں کے ہندو راجہ نے الحاق کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہندوستان سے الحاق کا فیصلہ کیا تو انگریزوں نے اس پر کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا۔ ان نائنصافی پر کشمیر کے عوام اٹھ کھڑے ہوئے اور احتجاج کا سلسلہ شروع ہوا۔ کشمیر کے ڈوگرہ راجہ نے اپنا اور ہندوستانی فوج کی مدد سے احتجاج کو دباننا شروع کر دیا جب نہتے کشمیری دونوں افواج کا مقابلہ کر۔ سے قاصر ہوئے تو انہوں نے پاکستانی عوام سے مدد کی اپیل کی۔ اس اپیل پر صوبہ سرحد سے عوامی لشکر کشمیری عوام کی مدد کو پہنچ گئے۔ ہندوستان نے اس صورت حال کو پاکستان کی طرف سے حملے سے تعبیر

اور اس طرح دونوں ممالک میں کشمیر کے مسئلے پر 1948ء میں پہلی جنگ ہوئی۔ اس جنگ کے دوران مجاہدین نے ہندوستان سے کشمیر کا ایک حصہ آزاد کروالیا اور اس طرح آزاد جموں و کشمیر نام کی ایک حکومت قائم کی گئی۔ بھارت یہ صورت حال دیکھ کر مسئلے کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے گیا جہاں متفقہ طور پر یہ قرارداد پیش کی گئی کہ ”فوری طور پر جنگ بند کی جائے اور کشمیر کے الحاق کا فیصلہ وہاں کے عوام کی خواہشات کے مطابق کیا جائے اس مقصد کے لئے اقوام متحدہ کی زیر نگرانی استصواب رائے کرانے کا فیصلہ ہوا۔ بھارت نے اس وقت یہ فیصلہ قبول کر لیا لیکن کچھ عرصے کے بعد کشمیر میں استصواب رائے کروانے کے وعدے سے مکر گیا۔ کشمیر کے مسئلے پر اب تک دونوں ملکوں میں تین جنگیں ہو چکی ہیں۔ لیکن ابھی تک یہ مسئلہ حل طلب ہے اور بھارت کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے پورے خطے کی سلامتی کے لئے خطرہ بنا ہوا ہے۔

2۔ مہاجرین کی آباد کاری:

قیام پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی ہندو اکثریت والے علاقوں میں گھرے ہوئے مسلمانوں پر مصائب و مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کی پہلے سے ٹھان رکھی تھی یوں تو پورے ہندوستان میں مسلمان ہندو مہاسبھائیوں کا نشانہ بنے ہوئے تھے لیکن پاکستان کی سرحد کے ساتھ ساتھ والے علاقوں میں یہ صورتحال کچھ زیادہ ہی خراب تھی۔ صوبہ پنجاب تین مہینے سے زیادہ اس کی زد میں رہا، ہندو، سکھ، راجواڑوں کے راجوں مہاراجوں نے مسلمانوں کے منظم قتل عام کے لئے اپنی اپنی فوجیں مہاسبھائیوں اور جن سنگھیوں کے سپرد کر دی تھیں۔ اس قتل عام کی باقاعدہ منصوبہ بندی میں مسلمان مردوں کو تہ تیغ، عورتوں کی بے حرمتی اور بچوں کو نیزوں پر اچھال دیا گیا۔ مسلمان اپنی جانیں بچانے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں پاکستان جانے والے قافلوں کے کیمپوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے لیکن ہندو مہاسبھائیوں اور جن سنگھیوں کے جتھے ان کا پیچھا کرتے جو ہند فوج اور پولیس کی مدد سے ان مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیتے رہے۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان واقعات پر کسی بین الاقوامی تنظیم نے مداخلت نہیں کی اور مسلمانوں کو اپنی آزادی کے لئے بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔

ایک اندازے کے مطابق 65 لاکھ افراد پاکستان میں آئے اور 55 لاکھ بھارت میں منتقل ہوئے۔ یہ انسانی تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت تھی جس میں تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ انسانوں نے ہندوستان سے پاکستان یا پاکستان سے ہندوستان کے لئے ہجرت کی۔ پاکستان کو لاکھوں مسلمانوں کے قتل عام کے دلی صدمے کے علاوہ ایک دم دس لاکھ مزید نفوس کا بوجھ بھی برداشت کرنا پڑا۔ حکومت پاکستان نے ستمبر 1948ء میں مہاجرین کی آباد کاری کے لئے ایک باقاعدہ وزارت قائم کی۔ یہ نئی

وزارت قائد اعظم اور لیاقت علی خان کی قیادت میں قائم کی گئی۔ مہاجرین کی آباد کاری کے لئے ہر ممکن اقدامات کئے گئے۔ قائد اعظم نے ایک امدادی فنڈ کے قیام کا اعلان کیا جس میں پوری قوم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس سے مہاجرین کی آباد کاری میں بڑی مدد ملی۔

3۔ نہری پانی کا تنازعہ:

علاقوں کی غیر منصفانہ تقسیم کے نتیجے میں یہ مسئلہ بھی پاکستان کو درپے میں ملا۔ ریڈ کلف نے سرحدی حد بندی کرتے ہوئے پنجاب کے علاقے مادھوپور اور فیروز پور بھارت کے حوالے کر دیئے۔ ان علاقوں میں دریائے راوی اور دریائے ستلج سے نکلنے والی نہروں کے ہیڈورکس تھے۔ یہ نہریں پاکستان کے وسیع علاقے کو سیراب کرتی تھیں۔ اپریل 1948ء میں بھارت نے ان ہیڈورکس سے پاکستان کی نہروں کا پانی بند کر دیا۔ بھارت کے اس عمل سے پاکستان کی معیشت کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا۔ کچھ عرصے کے بعد بھارت نے مشرقی دریاؤں راوی، ستلج اور بیاس پر بھی ملکیت کا دعویٰ کر دیا۔ پاکستان نے یہ مسئلہ اقوام متحدہ کے سامنے پیش کیا۔ عالمی بینک نے اس مسئلے میں ثالث کا کردار ادا کیا۔ طویل مذاکرات کے بعد 1960ء میں سندھ طاس کا معاہدہ طے ہوا، اس معاہدے میں یہ طے پایا کہ تین مشرقی دریاؤں ستلج، بیاس اور راوی کے پانی پر بھارت کا حق ہوگا اور تین مغربی دریا جہلم، چناب اور سندھ پاکستان کے حوالے کئے جائیں گے۔

4۔ معاشی مسائل:

پاکستان جن علاقوں پر قائم ہوا تھا وہ علاقے معاشی طور پر پسماندگی کا شکار تھے کیونکہ انگریز حکومت نے ان علاقوں کی معاشی خوشحالی اور ترقی پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ اکثر کارخانے ہندو اکثریت والے علاقوں میں لگائے گئے تھے جبکہ ان کارخانوں کا خام مال مسلم علاقوں میں پیدا ہوتا تھا۔ آزادی کے بعد ہندوؤں کے یہ صنعتی طور پر ترقی یافتہ علاقے بھارت کے حصے میں چلے گئے۔ ایک اندازے کے مطابق برصغیر کے کل 394 کارخانوں میں سے صرف 14 پاکستان کے حصے میں آئے۔ پاکستان کے پاس کوئی خاص صنعت نہیں تھی، اس لئے حکومت مجبور تھی کہ اپنی خام پیداوار بھارت کو دے۔ اس پر بھارت نے پاکستان کی معیشت کو کمزور کرنے کے لئے اقتصادی بلیک میلنگ شروع کر دی۔ جب ستمبر 1949ء میں پاکستان نے بھارت کی تقلید میں اپنی کرنسی کی قیمت کم کرنے سے انکار کر دیا۔ تو بھارت نے مشرقی پاکستان کے خام پٹ سن کی خریداری روک دی۔ اس سلسلے میں جب پاکستان نے بھارت کے ساتھ بات چیت کے ذریعے اس مسئلے کو حل کرنا چاہا تو بھارتی نمائندے نے کہا ”آپ کے پاس اپنے پٹ سن کو استعمال کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ سوائے اس کے کہ آپ اسے ہمارے ہاتھ بیچ دیں۔ جلادیں یا پھر خلیج بنگال میں پھینک دیں“ ایسا لگتا تھا کہ مشرقی پاکستان کے پٹ سن کے کاشتکار بالکل تباہ ہو جائیں گے۔ اس پر حکومت نے ایک بورڈ قائم کیا۔ اور

کاشتکاروں سے نیشنل بینک آف پاکستان کے ذریعے پٹ سن خریدا اور ان کو دوسری ضروری سہولتیں بہم پہنچائیں۔ اس سے بھارت کی ایک اور گھناؤنی حرکت سامنے آگئی۔

5۔ مالی اثاثوں کی تقسیم اور ذمہ داریاں:

آزادی کے وقت متحدہ ہندوستان کا کل سرمایہ 4 ارب روپے (Billion) تھا۔ معاہدے کے مطابق اس کا ایک چوتھائی حصہ پاکستان کو ملنا تھا۔ پاکستان نے جب اپنے ایک چوتھائی حصے کا مطالبہ کیا تو بھارت نے 20 کروڑ (Million) سے زیادہ دینے سے انکار کر دیا۔ اور باقی رقم یہ کہہ کر روک لی گئی کہ پاکستان یہ رقم بھارت کے خلاف کشمیری لوگوں کی امداد کے طور پر استعمال کر سکتا ہے۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ پاکستان فوجی اثاثوں کا ایک چوتھائی حصہ حاصل کرے گا۔ زیادہ تر فوجی اثاثہ جات بھارت میں تھے۔ اسلحہ کی سولہ کی سولہ فیکٹریاں بھارتی علاقوں میں تھیں۔ بھارت نے وعدہ کیا کہ وہ فوجی گوداموں میں موجود پاکستان کا حصہ اسے ضرور پہنچائے گا لیکن دوسرے بہت سے وعدوں کی طرح اس وعدے کا اختتام بھی مکاری پر ہوا۔ سوائے چند چیزوں اور ناکارہ اشیاء کے پاکستان کو فوجی گوداموں میں سے اپنے جائز حصے کا کچھ نہ ملا۔ بھارت کے اس عمل کا مقصد پاکستان کی دفاعی قوت کو کمزور کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆

خواجہ ناظم الدین کا طرز حکومت:

1- خواجہ ناظم الدین اور لیاقت علی خان:

قائد اعظم کی وفات کے بعد مشرقی بنگال کے وزیر اعلیٰ خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل بنے۔ وہ نیک نیتی اور دیانت داری کے لئے مشہور تھے۔ ناظم الدین صاف بے داغ عوامی زندگی کا ایک طویل تجربہ رکھتے تھے۔ اپنی اس صلاحیت کی بنا پر انہوں نے آئینی سربراہ بننے کو ترجیح دی اور لیاقت علی خان کو ایک قومی رہنما کے طور پر ابھرنے کا موقع دیا۔ وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ ملک کے لئے آئین بنایا جائے پاکستان کی آئین ساز اسمبلی نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی تھی اور ناظم الدین کے گورنر جنرل ہونے کے عرصے کے دوران اس جانب کافی پیش رفت ہوئی۔

اس سلسلے میں پہلا قدم لیاقت علی خان نے اٹھایا جب کہ انہوں نے 13 مارچ 1949ء کو "قرارداد"

STUDIO-9

AIOU STUDIO 9

مقاصد“ پیش کی۔ اس میں مستقبل کے آئین کے لئے رہنما اصول بیان کئے گئے تھے۔ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہے اور اس حاکمیت کو عوام کے منتخب نمائندے قرآن و سنت کی روشنی میں عمل کی راہ دیں گے۔ پاکستان کو اسلام کے اصولوں کے مطابق انصاف، برابری اور رواداری کی بنیاد پر وفاقی جمہوریہ بنایا جائے گا۔ اس قرارداد کو اسمبلی کی طرف سے منظور کر لیا گیا اور اس سلسلے میں ایک کمیٹی بنائی گئی جسے ”بنیادی اصولوں کی کمیٹی“ کہا جاتا ہے۔ اس کمیٹی نے اپنی پہلی رپورٹ 1950ء میں پیش کی۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے دو ایوانی مقننہ قائم کرنے کی تجویز پیش کی اور تمام صوبوں کو قطع نظر ان کی آبادی اور حجم کے، برابری کی بنیاد پر نمائندگی دی گئی۔ دونوں ایوانوں کو ایک جیسے اختیارات حاصل تھے اور تنازعے کی صورت میں ان کا مشترکہ اجلاس منعقد ہوتا تھا۔ اس رپورٹ میں کئی خامیاں تھیں اور اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا تھا کہ صوبہ مشرقی بنگال کی آبادی، مغربی پاکستان کے سارے صوبے اکٹھے کرنے کے بعد بھی زیادہ تھی۔ اس لئے اس رپورٹ پر مشرقی بنگال میں زبردست تنقید کی گئی۔ لیاقت علی خان نے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کو ہدایت کی کہ وہ اپنے کام پر دوبارہ غور کرے اور ایک نئی رپورٹ پیش کرے۔

لیاقت علی خان دوسری رپورٹ تیار ہونے سے قبل ہی شہید کر دیئے۔ وہ ایک مرد آہن اور ہر دل عزیز وزیر اعظم تھے۔ وہ قائد اعظم کی وفات کے بعد ایک قومی لیڈر کی حیثیت سے ابھرے۔ ان کی کامیابیوں میں ایک اہم کامیابی یہ بھی ہے کہ انہوں نے قوم کو ایک ایسے وقت میں متحد کر دیا جب قوم صوبائی تعصب کا شکار ہو رہی تھی۔

2- غلام محمد اور ناظم الدین:

کمیٹی کی دوسری رپورٹ خواجہ ناظم الدین نے 22 دسمبر 1952ء کو اسمبلی میں پیش کی۔ خواجہ ناظم الدین نے لیاقت علی خان کی وفات کے بعد اقتدار سنبھالا تھا۔ غلام محمد کو جو کہ وزارت خزانہ کے ایک ممبر تھے گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ اس رپورٹ میں بھی پہلی رپورٹ کی طرح دو ایوانی حکومت قائم کرنے کی تجویز پیش کی گئی ایوان بالا جس کو (House of Units) کا نام دیا جاتا تھا۔ اس میں 120 ممبر شامل تھے ان میں سے 60 ممبر مشرقی بنگال کی صوبائی قانون ساز اسمبلی نے منتخب کرنے تھے اور باقی کا انتخاب مغربی پاکستان سے کیا جاتا تھا۔ ایوان زیریں کو جو 400 ممبروں پر مشتمل تھا اس کو (House of Peoples) کا نام دیا جاتا تھا۔ اس ایوان میں ملک کے دونوں حصوں سے برابر نمائندے منتخب کئے جاتے تھے۔ یہ مسودہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان برابری کی بنیاد پر تیار کیا گیا تھا۔ اس دفعہ پنجاب میں اس مسودہ پر زبردست تنقید کی گئی۔ تنقید کرنے والے برابری کی بنیاد پر تیار کئے گئے اس

فارمولے کو نہ سمجھ سکے ان کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ شاید صوبہ مشرقی بنگال کا تسلط پاکستان کے دوسرے صوبوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم ہو جائے گا پنجاب کے لیڈروں نے یہ مطالبہ کیا کہ ایوان زیریں آبادی کی بنیاد پر قائم کیا جائے اور ایوان بالا میں یونٹوں کو مساوی نمائندگی کا حق دیا جائے۔ یہ فارمولا پہلی رپورٹ میں پیش کیا گیا تھا جس پر مشرقی بنگال کے لوگوں نے شدید رد عمل کا اظہار کیا تھا۔ اس طرح اسمبلی کی کارروائی کو پھر ملتوی کرنا پڑا اور اس کی کارروائی کے مستقبل قریب میں شروع ہونے کے کوئی امکانات نہیں تھے۔ اس وقت ملک کو آئینی تعطل کا سامنا تھا۔

3- خواجہ ناظم الدین کی کمزوریاں:

- i. وزیراعظم کی حیثیت سے خواجہ ناظم الدین کی چند کمزوریاں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔ ان کے لئے صوبائی اور فرقہ وارانہ سیاست کی صورتحال کو نمٹانا خاصا مشکل کام بن گیا۔ ان کے نرم رویے اور مصالحت پسندی کی وجہ سے ان کی شہرت کو کافی نقصان پہنچا۔ ملک کی معیشت کو زبردست مشکلات کا سامنا تھا۔ زرمبادلہ کو گندم اور دوسری اشیاء صرف کی درآمد پر خرچ کرنا پڑا۔ زرعی شعبے کی ترقی کے لئے کوئی اقدامات نہ کئے گئے جس کی وجہ سے جاگیرداروں نے کاشتکاروں پر زیادہ سختیاں شروع کر دیں۔ سرکاری ملازموں میں بدعنوانی کا رجحان بڑھ گیا تھا۔
- ii. ان مشکلات کے علاوہ ناظم الدین کی حکومت کے لئے ایک اور شدید مشکل جو پنجاب میں تحریک ختم نبوت کی شکل میں ظہور پذیر ہو رہی تھی سامنے آئی جس میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ مظاہرین نے سر ظفر اللہ خان کو جو کہ احمدی فرقے کے ایک ممتاز رکن تھے۔ وزیر خارجہ کے عہدہ سے علیحدہ کرنے کا بھی مطالبہ کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تحریک پنجاب سے کراچی تک پھیل گئی لیکن اس کا مرکز پنجاب میں ہی رہا۔ حکومت نے لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور صوبائی حکومت کو برطرف کر دیا جو امن وامان کی صورتحال برقرار رکھنے میں ناکام ہو رہی تھی۔
- iii. خواجہ ناظم الدین کی حکومت اپنا وقار گنوا بیٹھی۔ انہوں نے حالات بہتر بنانے کی بہت کوشش کی مگر پارٹی کی سیاست بازی ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ انہوں نے بیرونی ملکوں میں زرمبادلہ لے جانے کے رجحان کو روکنے کی کوشش کی تاہم اندرون ملک ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری ختم کرانے میں ناکام رہے۔ گورنر جنرل غلام محمد نے 19 اپریل 1953ء کو ان سے استعفیٰ طلب کیا۔ یہ بات پارلیمانی جمہوریت کی روایات کے خلاف تھی۔ جہاں وزیراعظم کے عہدے کی بنیاد پارلیمنٹ کے اعتماد پر ہوتی ہے۔ ناظم الدین کا دعویٰ تھا کہ چونکہ انہیں مقننہ کا اعتماد حاصل ہے اس لئے انہیں برطرف نہیں کیا جاسکتا لیکن گورنر جنرل نے ان کی برطرفی کا اعلان کر دیا۔

گورنر جنرل کے اس اقدام سے اسمبلی کے ممبروں کے استحقاق کی خلاف ورزی ہوئی تھی لیکن انہوں نے اس کے خلاف کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں کی۔

جواب: 1- لاؤنٹ بیٹن کی آمد پر سیاسی صورت حال:

لاؤنٹ بیٹن نے ہندوستان آمد کے فوراً بعد یہاں کی سیاسی صورتحال کا جائزہ لینا شروع کیا۔ بنگال اور سندھ میں مسلم لیگی وزارتیں کام کر رہی تھیں۔ انگریز پنجاب کی حکومت لیگ کے حوالے کرنے سے ہچکچا رہے تھے اس لئے وہاں گورنر راج نافذ تھا۔ دیگر تمام صوبوں بشمول شمال مغربی سرحدی صوبہ اور آسام میں کانگریس کی وزارتیں تھیں۔ تاہم موخر الذکر دونوں صوبوں میں لیگ سے اپنی حمایت کا اظہار کرنے کے لیے لوگوں نے کانگریسی وزارتوں کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلا رکھی تھی۔ دستور ساز اسمبلی میں کانگریس پارٹی، مسلمانوں کے جائز مطالبات کو نظر انداز کئے جا رہی تھی۔ کانگریسی رہنمائی کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔

2- فرقہ وارانہ صورت حال:

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین بڑھتی ہوئی کشیدگی اب ایک خطرناک مرحلے پر پہنچ چکی تھی۔ 1946ء میں فرقہ وارانہ فسادات کی شدت پہلے سے کہیں زیادہ تھی۔ اس سے قبل صرف ہندوستان کی شہری آبادی اور سیاسی عناصر ان واقعات میں ملوث تھے لیکن اب یہ محسوس کیا گیا کہ فوج، پولیس اور امن عامہ کا تحفظ کرنے والے دیگر ادارے بھی سروسز کے نقطہ نگاہ سے سوچنے کی بجائے ہندو اور مسلمان کے خطوط پر سوچ رہے تھے۔ مسلمان اقلیت میں ہونے کی وجہ سے اس صورتحال سے مضطرب تھے۔

3- مسلم ہندو نقطہ نظر:

لاؤنٹ بیٹن نے ہندو اور مسلمان رہنماؤں کے ساتھ ملاقاتوں کا اہتمام کیا۔ رہنماؤں سے گفتگو کے دوران اسے معلوم ہوا کہ مسئلہ تو حقیقت میں تقریباً طے ہو چکا ہے۔ مسلمان ہر قیمت پر پاکستان چاہتے تھے اور ہندو وحدانی اور مرکزی حکومت جس میں اقتدار ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو۔

جواب: ظہور پاکستان

بہت طویل اور خاردار راستوں سے گزر کر پاکستان کا حصول ممکن ہوا۔ اس راہ میں اہم سنگ ہائے میل کا جائزہ درج ذیل ہے۔

(1) آزادی کے مسئلے پر مسلم لیگ اور کانگریس کے نظریات:

آل انڈیا مسلم لیگ کا دعویٰ تھا کہ وہ مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اور یہ دعویٰ 1946ء کے انتخابات میں صحیح ثابت ہو چکا تھا۔ اب مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان پورے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن چکا تھا۔ دوسری طرف ہندو کانگریس ایک ایسے متحدہ ہندوستان کی علمبردار تھی۔ جس میں اختیار اور غلبہ ہندوؤں کے پاس ہو۔ برطانوی حکومت بھی ہندوؤں کی ہمنوا تھی اور ہر قیمت پر ہندوستان کو متحد رکھنا چاہتی تھی۔

(2) برطانیہ کا ہندوستان چھوڑنے کا فیصلہ:

برطانیہ میں ان دنوں لیبر پارٹی کی حکومت تھی۔ اس کے وزیراعظم اٹلی نے 20 فروری 1947ء کو اعلان کیا کہ برطانیہ جون 1948ء تک ہندوستان چھوڑ دے گا اور اقتدار یہاں کے باشندوں کے حوالے کر دیگا۔ انتقال اقتدار کے مراحل کیلئے اس نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی بطور وائسرائے تقرری کا اعلان کیا۔

(3) ماؤنٹ بیٹن کی آمد اور سیاسی صورت حال:

ماؤنٹ بیٹن 22 مارچ 1947ء کو وائسرائے بن کر ہندوستان پہنچا۔ اور اپنی آمد کے فوراً بعد یہاں کی سیاسی صورت حال کا جائزہ لینا شروع کیا۔ بنگال اور سندھ میں مسلم لیگی وزارتیں کام کر رہی تھیں۔ پنجاب میں گورنر راج نافذ تھا۔ اور باقی تمام صوبوں میں کانگریسی وزارتیں تھیں۔ تاہم آسام اور صوبہ سرحد میں کانگریسی حکومتوں کے خلاف مسلمانوں نے سول نافرمانی کی تحریک چلا رکھی تھی۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان فرقہ وارانہ کشیدگی خطرناک مرحلے پر پہنچ چکی تھی۔ مسلمان اور ہندو رہنماؤں سے اپنی ملاقاتوں سے ماؤنٹ بیٹن اس نتیجے پر پہنچا کہ مسلمان ہر قیمت پر پاکستان چاہتے ہیں۔ اور ہندو واحدانی اور مرکزی حکومت۔

(4) ماؤنٹ بیٹن کا تقسیم ملک کے لئے منصوبہ:

ماؤنٹ بیٹن نے گورنروں کی کانفرنس میں تقسیم ملک کے منصوبے پر بحث و تمحیص کی۔ بنگال اور پنجاب کو تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ آسام کے ضلع سلہٹ اور صوبہ سرحد میں ریفرنڈم ہونا طے ہوا۔

(5) انتقال اقتدار کی تاریخ:

ماؤنٹ بیٹن نے مملکت کو دو آزاد ریاستوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس سے پہلے برطانوی وزیراعظم نے اعلان کر دیا تھا۔ کہ انگریز جون 1948ء تک اقتدار چھوڑ دیں گے۔ اب ماؤنٹ بیٹن کو کانگریس اور مسلم لیگ سے یہ یقین دہانی درکار تھی کہ وہ آزادی کے بعد برطانوی دولت مشترکہ میں شامل ہو جائیں گے۔ کانگریس نے اس پر شرط یہ لگائی کہ جلد سے جلد اقتدار منتقل کر دیا جائے۔ ماؤنٹ بیٹن نے یہ شرط مان لی اور انتقال اقتدار کے فوری منصوبے پر کام شروع کر دیا۔

(6) پاکستان کی مشکلات:

اگر انتقال اقتدار کی تاریخ پہلے اعلان کے مطابق جون 1948ء کی ہوتی تو پاکستان کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اس سے ایک انتظامی ڈھانچہ تشکیل دینے اور مناسب تیاری کا وقت مل جاتا۔ لیکن جو چیز پاکستان کو مدد دے سکتی تھی وہ ہندوستانی اور برطانوی لیڈروں کے لئے قطعاً قابل قبول نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ انتقال اقتدار کے لئے تاریخ وسط اگست 1947ء کے لگ بھگ طے کر دی گئی۔

(7) تقسیم ملک کا منصوبہ:

ماؤنٹ بیٹن نے انتقال اقتدار کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا۔ جس کی اہم دفعات مندرجہ ذیل تھیں۔

(1) اگر ہندوستان ایک مرکزی انتظام کے تحت ہے۔ تو انتقال اقتدار موجودہ دستور ساز اسمبلی کو کیا جائیگا۔

(2) اگر دوریاستیں بنائی جائیں تو اقتدار ان کی دستور ساز اسمبلیوں کو منتقل کیا جائے گا۔

(3) انتقال اقتدار ہر دو صورتوں میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کی بنیاد پر ہوگا۔

(4) گورنر جنرل دونوں ریاستوں کا مشترکہ ہوگا۔

(5) تقسیم کے موقع پر حد بندی کیلئے ایک کمیشن کا تقرر کیا جائے گا۔

(6) دوریاستیں قائم ہونے کے ساتھ ہی مسلح افواج ان میں تقسیم ہو جائیں گی۔

(8) مشترکہ گورنر جنرل۔ ماؤنٹ بیٹن کی خواہش:

ماؤنٹ بیٹن کے لئے سب سے اہم دفعہ مشترکہ گورنر جنرل کے بارے میں تھی۔ اسکی خواہش تھی

کہ آزادی کے بعد دونوں ریاستیں اسے اپنا مشترکہ گورنر جنرل مقرر کریں۔ ہندو لیڈروں کے ساتھ ماؤنٹ بیٹن کی گہری دوستی سب پر واضح تھی۔ نہرو نے فوراً اس کی منظوری دے۔ پھر ماؤنٹ بیٹن نے قائد اعظم سے بات کی۔ قائد اعظم منصوبے سے متفق ہو گئے لیکن مسلم لیگ کی منظوری کی شرط رکھی۔ ماؤنٹ بیٹن نے دھمکی دی کہ اگر وہ اس منصوبے سے متفق نہ ہوئے تو برطانوی حکومت اقتدار ہندو اکثریت کے حوالے کر دے گی۔ یہ وہی بات تھی جو گاندھی عرصہ دراز سے کہہ رہا تھا۔

(9) تقسیم ملک کا اعلان:

تقسیم ملک کے منصوبے کا اعلان 3 جون 1947ء کو کیا گیا۔ اس طرح مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان تو پورا ہو گیا۔ لیکن اس پر عمل درآمد کانگریس کے ہاتھوں میں دے دیا گیا۔ اب پاکستان کی تشکیل برطانوی اور ہندو قیادت کے رحم و کرم پر تھی۔ کیونکہ ساری انتظامی مشینری انہی کے کنٹرول میں تھی۔

(10) حد بندی کمیشن:

اب سب سے اہم مسئلہ دونوں ملکوں کے مابین حد بندی کا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے دو حد بندی کمیشنوں کی بات کی۔ ایک پنجاب کیلئے اور دوسرا بنگال کے لئے۔ قائد اعظم نے تجویز پیش کی کہ حد بندی کا مسئلہ اقوام متحدہ کے سپرد کر دیا جائے یا پھر برطانیہ کے تین لارڈز پر مشتمل حد بندی کمیشن ترتیب دیا جائے۔ لیکن کوئی تجویز قبول نہ کی گئی۔ حقیقت یہ تھی کہ ماؤنٹ بیٹن پہلے ہی کانگریس کے ساتھ صلاح مشورے سے ایک برطانوی وکیل سر ریڈ کلف کو پورے اختیارات کے ساتھ حد بندی کمیشن کا سربراہ بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ لہذا ریڈ کلف کی سربراہی میں دو حد بندی کمیشن مقرر ہوئے۔ جیسا کہ توقع تھی کمیشنوں کے ارکان طویل بحثوں میں الجھ کر رہ گئے۔ اس پر ریڈ کلف نے اپنا فیصلہ دے دیا۔ جس کو ریڈ کلف ایوارڈ کہا جاتا ہے۔

(11) ریڈ کلف ایوارڈ (خزاں 2009ء)

ریڈ کلف نے کانگریس کے ساتھ ملی بھگت سے حد بندی کے سلسلے میں پاکستان کے ساتھ تاریخی بددیانتی کا ارتکاب کیا۔

- (1) پنجاب کے کئی مسلم اکثریتی علاقوں کو پاکستان سے کاٹ کر ہندوستان کو دے دیا گیا۔ جن میں گورداسپور، امرتسر اور فیروز پور اضلاع کے مسلم اکثریتی علاقے شامل تھے۔
- (2) اسی طرح سلہٹ سے ملحق بہت سا مسلم اکثریتی علاقہ کاٹ کر ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا۔
- (3) مسئلہ کشمیر: پنجاب کی حد بندی اس طرح کی گئی کہ ہندوستان کو کشمیر کی ریاست تک ایک آسان اور محفوظ راستہ مل گیا۔ جس کا بعد میں ہندوستان نے کشمیر پر ناجائز قبضہ کرنے کیلئے استعمال کیا۔

(4) نظام آبپاشی پر کنٹرول: امرتسر، جالندھر اور فیروز پور مسلم اکثریتی علاقے ہندوستان دینے کا ایک مقصد یہ تھا۔ کہ پنجاب کے نظام آب پاشی کو ہندوستان کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ کیونکہ پنجاب کے نہری نظام کے ہیڈورکس انہی علاقوں میں واقع تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ باؤنڈری کمیشن کی تشکیل ایک دکھاوا تھی۔ برطانیہ اور ہندو دونوں پاکستان کو مفلوج بنا دینے پر تلے ہوئے تھے اور ان کی پوری کوشش تھی۔ کہ وہ تمام اہم مقامات ہندوستان کے ہاتھ آجائیں۔ جو پاکستان کی معیشت اور دفاع کو کنٹرول کرتے ہیں۔

(12) تشکیل پاکستان:

انگریز اور ہندو گٹھ جوڑ کی وجہ سے پاکستان کو بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ پاکستان کے ساتھ ایک نافرمان بیٹے کا سا سلوک کیا گیا۔ جبکہ ہندو انگریزوں کے چہیتے بیٹے بن گئے۔ جن پر انعام و اکرام کی بارش ہوئی۔ اور نہرو بھارت کے لئے زیادہ سے زیادہ فوائد سمیٹنے میں کامیاب ہوا۔

(1) پنجاب اور بنگال: پنجاب اور بنگال کی صوبائی اسمبلیوں نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔ لیکن ریڈ کلف ایوارڈ کے مطابق ان کی تقسیم عمل میں آئی اور مغربی بنگال اور مشرقی پنجاب بھارت کے حصے میں آئے۔

(2) آسام کے ضلع سلہٹ اور صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کا فیصلہ ہوا۔ ریفرنڈم میں بھاری اکثریت سے پاکستان کے حق میں فیصلہ ہوا۔

(3) سندھ کی صوبائی اسمبلی نے کثرت رائے سے پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔

(4) بلوچستان میں شاہی جرگہ کے ارکان اور کوئٹہ میونسپل کمیٹی کے غیر سرکاری ارکان کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا۔ انہوں نے متفقہ طور پر پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔

(13) ظہور پاکستان:

ان دشوار گزار اور خاردار رستوں سے گزر کر پاکستان کا قافلہ اپنی منزل پر پہنچا۔ ہر قدم پر اس کے ساتھ نا انصافی کی گئی۔ لیکن اس کے عظیم بانی کے الفاظ تھے۔ کہ پاکستان قائم رہنے کیلئے وجود میں آیا ہے۔ بابائے قوم قائد اعظم نے 14۔ اگست 1947ء کو کراچی میں پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کا حلف اٹھایا۔ اس تقریب میں ماؤنٹ بیٹن بھی موجود تھا۔ جو پاکستان کو مزید نقصان پہنچانے کیلئے دونوں ملکوں کا مشترکہ گورنر جنرل بننا چاہتا تھا۔ اور اس کی یہ خواہش قائد اعظم کے جرأت مندانہ فیصلے کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی تھی۔

2- سندھ میں حصول پاکستان کے لئے جدوجہد:

(i) پس منظر:

سندھ سب سے پہلے محمد بن قاسم کے ہاتھوں اسلامی حکومت میں شامل ہوا اور اس نسبت سے باب الاسلام کہلاتا ہے۔ انگریز راج میں مدتوں اس علاقے کو صوبہ بمبئی کا دست نگر رکھا گیا۔ یہاں مسلمانوں کی بڑی آبادی صنعت، معیشت اور تعلیم وغیرہ ہر میدان میں ہندوؤں سے دبی رہی۔ طویل کوششوں کے بعد مسلم اکثریت کے اس علاقے کو 1935ء میں مکمل صوبے کا درجہ دیا گیا اور عوام کو صوبائی سطح پر سیاسی حقوق ملے۔

(ii) سندھ مسلم لیگ کا پہلا سالانہ اجلاس:

حصول پاکستان کے لئے جدوجہد میں سندھ کے مسلمان ابتدائی دنوں سے ہی شریک رہے ہیں اور انہوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ مسلم لیگ کا سب سے پہلا سالانہ اجلاس دسمبر 1907ء میں کراچی میں منعقد ہوا تھا۔

(iii) سندھ میں مطالبہ پاکستان کی پہلی قرارداد:

اکتوبر 1938ء میں سندھ صوبائی مسلم لیگ کانفرنس کی صدارت قائد اعظم محمد علی جناح نے کی۔ اس کانفرنس میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں واضح طور پر مطالبہ کیا گیا کہ جن صوبوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں مسلم حکومت قائم کی جائے تاکہ دونوں قومیں (ہندو اور مسلمان) اپنی علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم کر سکیں۔ یہاں مسلم لیگ کی مرکزی قیادت سے سفارش کی گئی کہ وہ اس سلسلے میں کوئی واضح

سیکیم ترتیب دے۔

(iv) سندھ کی طرف سے قرارداد پاکستان کی حمایت:

آل انڈیا مسلم لیگ نے اس قرارداد کے پیش نظر ایک کمیٹی مقرر کی۔ جس میں تقسیم کی مختلف سکیموں کا جائزہ لینے کے بعد ایک تجویز ترتیب دی گئی۔ جس کی بنیاد پر 23 مارچ 1940ء والی قرارداد پاکستان منظور کی گئی۔ اس تاریخی اجلاس میں صوبہ سندھ کی طرف سے قرارداد پاکستان کی حمایت سر عبداللہ ہارون نے کی۔

(v) جی۔ ایم سید کی سربراہی میں کمیٹی کا قیام:

دسمبر 1940ء میں قائد اعظم محمد علی جناح نے سندھ میں حصول پاکستان کے لئے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع کرنے اور ان میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کیلئے ایک کمیٹی جی۔ ایم سید کی سربراہی میں قائم کی۔

(vi) سندھ میں برصغیر کی پہلی مسلم لیگی وزارت کا قیام:

اس کمیٹی نے سندھ میں مسلم لیگ کی تنظیم کو مضبوط بنانے کے لئے خاصا کام کیا اور 1943ء میں سندھ میں مسلم لیگی وزارت قائم ہو گئی۔ اس طرح سندھ برصغیر جنوبی ایشیا کا پہلا صوبہ تھا جہاں پر مسلم لیگ نے وزارت بنائی جو قیام پاکستان تک برقرار رہی۔

(vii) سندھ صوبائی اسمبلی میں مطالبہ پاکستان کی قرارداد کی منظوری:

3 مارچ 1943ء کو سندھ صوبائی اسمبلی میں جی ایم سید نے مطالبہ پاکستان کی قرارداد پیش کی جسے اسی دن منظور ہو گئی۔ سندھ صوبائی اسمبلی کی یہ قرارداد تحریک پاکستان میں زبردست اہمیت رکھتی ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے سندھ صوبائی اسمبلی کے اس فیصلے کی تعریف کی اور امید ظاہر کی کہ مسلم اکثریت کے دوسرے صوبوں میں بھی سندھ اسمبلی کی پیروی کی جائے گی۔

(viii) 1946ء کے انتخابات میں کامیابی:

1946ء میں جب عام انتخابات کا انعقاد ہوا تو سندھ میں مسلم لیگ نے واضح اکثریت حاصل اور اس کے لیڈر سر غلام حسین ہدایت اللہ نے وزارت تشکیل دی۔ اسے ناکام بنانے کے لئے کانگریس نے ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اور کئی مرتبہ تحریک عدم اعتماد پیش کی۔ جو ہر بار ناکام ہوئی۔ اسمبلی انتشار کے پیش نظر گورنر نے اسمبلی توڑ دی اور دسمبر 1946ء میں نئے انتخابات منعقد کرائے۔ مسلم لیگ نے پینتیس کی پینتیس مسلم نشستیں حاصل کر کے سو فیصد کامیابی حاصل کی۔ اس کامیابی۔

حصول پاکستان کی جدوجہد کو بہت تقویت ملی کیونکہ یہ دور تحریک پاکستان کا اہم ترین دور تھا۔

(ix) سندھ اسمبلی کا پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ:

3 جون 1947ء کو سندھ اسمبلی کا خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں کثرت رائے سے پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ ہوا۔ جب اسمبلی کے سپیکر نے فیصلے کا اعلان کیا تو ایوان اسمبلی پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔

جواب:

آئین سازی اور سیاسی بحران

1- خواجہ ناظم الدین اور لیاقت علی خان:

قائد اعظم کی جگہ مشرقی بنگال کے وزیر اعلیٰ خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل بنے۔ وہ نیک نیتی اور دیانت داری کے لئے مشہور تھے۔ ناظم الدین صاف بے داغ عوامی زندگی کا ایک طویل تجربہ رکھتے تھے۔ اپنی اس صلاحیت کی بنا پر انہوں نے آئینی سربراہ بننے کو ترجیح دی اور لیاقت علی خان کو ایک قومی رہنما کے طور پر ابھرنے کا موقع دیا۔ وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ ملک کے لئے آئین بنایا جائے۔ پاکستان کی آئین سازی اسمبلی نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی تھی اور ناظم الدین کے گورنر جنرل ہونے کے عرصے کے دوران اس جانب کافی اقدام کئے۔

قائد اعظم کی وفات کے بعد جو کہ آئین ساز اسمبلی کے صدر بھی تھے ان کی جگہ مولوی تمیز الدین کو اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا۔ اسمبلی کے 179 ارکان تھے اور مسلم لیگ اکثریتی جماعت تھی جس وقت آئین مرتب کرنے کا کام شروع ہوا تو یہ بحث کی گئی کہ یہ ایک بہت ہی پیچیدہ معاملہ ہے۔

اس سلسلے میں پہلا قدم لیاقت علی خان نے اٹھایا۔ انہوں نے 13 مارچ 1949ء کو ”قرارداد مقاصد“ پیش کی۔ اس میں مستقبل کے آئین کے لئے رہنما اصول بیان کئے گئے تھے۔ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار تھا اور اس حاکمیت کو عوام کے منتخب نمائندے قرآن و سنت کی روشنی میں عمل کی راہ دیں گے۔ پاکستان کو اسلام کے اصولوں کے مطابق انصاف، برابری اور رواداری کی بنیاد پر وفاقی جمہوریہ بنایا جائے گا۔ اس قرارداد کو اسمبلی کی طرف سے منظور کر لیا گیا اور اس سلسلے میں ایک کمیٹی بنائی گئی جسے ”بنیادی اصولوں کی کمیٹی“ کہا جاتا ہے۔ اس کمیٹی نے اپنی پہلی رپورٹ 1950ء میں پیش کی۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے دو ایوانی مقننہ قائم کرنے کی تجویز پیش کی اور تمام صوبوں کو قطع نظر ان کی آبادی اور حجم کے، برابری کی بنیاد پر نمائندگی دی گئی۔ دونوں ایوانوں کو ایک جیسے اختیارات حاصل تھے اور تنازعے کی صورت میں ان کا مشترکہ اجلاس منعقد کیا جانا تھا۔ اس رپورٹ میں کئی خامیاں

تھیں اور خاص طور پر اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا تھا کہ صوبہ مشرقی بنگال یعنی مشرقی پاکستان کی آبادی، مغربی پاکستان کے سارے صوبے اکٹھے کرنے کے بعد بھی زیادہ تھی۔ اس لئے اس رپورٹ پر مشرقی بنگال میں زبردست تنقید کی گئی۔ ڈھا کہ میں ایک صوبائی کنونشن منعقد ہوا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ ملک کے دونوں حصوں کے لئے دو خود مختار صوبائی حکومتیں قائم کی جائیں۔ آبادی کی بنیاد پر ایک مرکزی پارلیمنٹ قائم کی جائے جس کو خارجہ امور، کرنسی اور دفاع کے متعلق اختیارات حاصل ہوں۔ لیاقت علی خان نے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کو ہدایت کی کہ وہ اپنے کام پر دوبارہ غور کرے اور ایک نئی رپورٹ پیش کرے۔ لیاقت علی خان دوسری رپورٹ تیار ہونے سے قبل ہی شہید کر دیئے گئے۔ وہ ایک مرد آہن اور ہر دل عزیز وزیر اعظم تھے۔ وہ قائد اعظم کی وفات کے بعد ایک قومی لیڈر کی حیثیت سے ابھرے۔ ان کی کامیابیوں میں ایک اہم کامیابی یہ بھی ہے کہ انہوں نے قوم کو ایک ایسے وقت میں متحد کر دیا جب قوم صوبائی تعصب کا شکار ہو رہی تھی۔

2- غلام محمد اور ناظم الدین:

کمیٹی کی دوسری رپورٹ خواجہ ناظم الدین نے 22 دسمبر 1952ء کو اسمبلی میں پیش کی۔ خواجہ ناظم الدین نے لیاقت علی خان کی وفات کے بعد اقتدار سنبھالا تھا۔ غلام محمد کو جو کہ وزارت خزانہ کے ایک ممبر تھے گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ اس رپورٹ میں بھی پہلی رپورٹ کی طرح دواویائی حکومت قائم کرنے کی تجویز پیش کی گئی ایوان بالا جس کو (House of Units) کا نام دیا جانا تھا۔ اس میں 120 ممبر شامل تھے ان میں سے 60 ممبر مشرقی بنگال کی صوبائی قانون ساز اسمبلی نے منتخب کرنے تھے اور باقی 60 کا انتخاب مغربی پاکستان سے کیا جانا تھا۔ ایوان زیریں کو جو 400 ممبروں پر مشتمل تھا اس کو (House of Peoples) کا نام دیا جانا تھا۔ اس ایوان میں ملک کے دونوں حصوں سے برابر نمائندے منتخب کئے جانے تھے۔

یہ مسودہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان برابری کی بنیاد پر تیار کیا گیا تھا۔ اس دفعہ پنجاب میں اس مسودہ پر زبردست تنقید کی گئی۔ تنقید کرنے والے برابری کی بنیاد پر تیار کئے گئے اس فارمولے کو نہ سمجھ سکے ان کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ شاید صوبہ مشرقی بنگال یعنی مشرقی پاکستان کا تسلط پاکستان کے دوسرے صوبوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم ہو جائے گا پنجاب کے لیڈروں نے یہ مطالبہ کیا کہ ایوان زیریں آبادی کی بنیاد پر قائم کیا جائے اور ایوان بالا میں صوبوں کو مساوی نمائندگی کا حق دیا جائے۔ یہ فارمولا پہلی رپورٹ میں پیش کیا گیا تھا جس پر مشرقی بنگال کے لوگوں نے شدید رد عمل کا اظہار کیا تھا۔ اس طرح اسمبلی کی کارروائی کو پھر ملتوی کرنا پڑا اور اس کی کارروائی کے مستقبل قریب میں

دوبارہ شروع ہونے کے کوئی امکانات نہیں تھے۔ اس وقت ملک کو آئینی تعطل کا سامنا تھا۔

3- خواجہ ناظم الدین کی کمزوریاں:

- وزیراعظم کی حیثیت سے خواجہ ناظم الدین کی چند کمزوریاں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔
- i. ان کے لئے صوبائی اور فرقہ وارانہ سیاست کی صورتحال کو نمٹانا خاصا مشکل کام بن گیا۔ ان کے نرم رویے اور مصالحت پسندی کی وجہ سے ان کی شہرت کو کافی نقصان پہنچا۔ ملک کی معیشت کو زبردست مشکلات کا سامنا تھا۔ زر مبادلہ کو گندم اور دوسری اشیاء صرف کی درآمد پر خرچ کرنا پڑا۔ زرعی شعبے کی ترقی کے لئے کوئی اقدامات نہ کئے گئے جس کی وجہ سے جاگیرداروں نے کاشتکاروں پر زیادہ سختیاں شروع کر دیں۔ سرکاری ملازموں میں بدعنوانی کا رجحان بڑھ گیا تھا۔
- ii. ان مشکلات کے علاوہ ناظم الدین کی حکومت کے لئے ایک اور شدید مشکل جو پنجاب میں تحریک ختم نبوت کی شکل میں ظہور پذیر ہو رہی تھی سامنے آئی جس میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ مظاہرین نے سر ظفر اللہ خان کو جو کہ احمدی فرقے کے ایک ممتاز رکن تھے۔ وزیر خارجہ کے عہدہ سے علیحدہ کرنے کا بھی مطالبہ کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تحریک پنجاب سے کراچی تک پھیل گئی لیکن اس کا مرکز پنجاب میں ہی رہا۔ حکومت نے لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور صوبائی حکومت کو برطرف کر دیا جو امن وامان کی صورتحال برقرار رکھنے میں ناکام ہو رہی تھی۔
- iii. خواجہ ناظم الدین کی حکومت اپنا وقار گنوا بیٹھی۔ انہوں نے حالات بہتر بنانے کی بہت کوشش کی مگر پارٹی کی سیاست بازی ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ انہوں نے بیرونی ملکوں میں زر مبادلہ لے جانے کے رجحان کو روکنے کی کوشش کی تاہم اندرون ملک ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری ختم کرانے میں ناکام رہے۔ گورنر جنرل غلام محمد نے 19 اپریل 1953ء کو ان سے استعفیٰ طلب کیا۔ یہ بات پارلیمانی جمہوریت کی روایات کے خلاف تھی۔ جہاں وزیراعظم کے عہدے کی بنیاد پارلیمنٹ کے اعتماد پر ہوتی ہے۔ ناظم الدین کا دعویٰ تھا کہ چونکہ انہیں مقننہ کا اعتماد حاصل ہے اس لئے انہیں برطرف نہیں کیا جاسکتا لیکن گورنر جنرل نے ان کی برطرفی کا اعلان کر دیا۔ گورنر جنرل کے اس اقدام سے اسمبلی کے ممبروں کے استحقاق کی خلاف ورزی ہوئی تھی لیکن انہوں نے اس کے خلاف کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں کی۔

4- غلام محمد اور دستور ساز اسمبلی:

خواجہ ناظم الدین کی جگہ محمد علی بوگرہ کو ملک کا وزیراعظم بنا دیا گیا جو ان دنوں امریکہ میں پاکستان کے سفیر تھے۔ ان کا تقرر بھی پارلیمانی اداروں کی مسلمہ روایات کی صریحاً خلاف ورزی تھی۔ بوگرہ نہ تو اسمبلی

کے ممبر تھے اور نہ انہیں قومی سطح پر کوئی اہمیت حاصل تھی۔ گورنر جنرل غلام محمد نے انہیں وزیراعظم مقرر کیا اور ان کی کابینہ کے ممبروں کا انتخاب کیا۔ محمد علی بوگرہ کے سامنے سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ ملک کے دونوں حصوں کے مفادات کو نقصان پہنچائے بغیر آبادی اور یونٹوں کو کس طرح نمائندگی دی جائے۔

5- محمد علی فارمولا:

بوگرہ نے اس سلسلے میں 17 اکتوبر 1953ء کو اپنی تجویزیں اسمبلی میں پیش کیں جنہیں عام طور پر ”محمد علی فارمولا“ کہا جاتا ہے۔ محمد علی فارمولے میں دو ایوانوں پر مشتمل مقننہ کی تجویز پیش کی گئی تھی جس میں ایوان بالا یونٹوں کی اور ایوان زیریں آبادی کی نمائندگی کرتا ہو۔ ایوان بالا کے ممبروں کی تعداد 50 مقرر کی گئی۔ جنہیں ہر صوبے سے مساوی تعداد میں لیا جانا تھا۔ ایوان زیریں کے ممبروں کی تعداد 300 مقرر کی گئی جن میں سے 165 مشرقی پاکستان سے منتخب ہونا تھے اور باقی مغربی پاکستان کے مختلف صوبوں سے۔ دونوں ایوانوں کی تشکیل اس طرح ہونا تھی۔

مشرقی پاکستان	مغربی پاکستان	
10	40	ایوان بالا
165	135	ایوان زیریں
175	175	میزان

اگرچہ دونوں ایوانوں کی تشکیل کے لئے مختلف طریقے اپنائے گئے تاہم مساوات کے اصول پر عمل کیا گیا۔ متنازعہ امور کا فیصلہ دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں طے ہونا قرار پایا۔ کسی قسم کے تعطل سے بچنے اور ملک کے دونوں حصوں کے ایک دوسرے پر انحصار کو قائم رکھنے کے لیے شرط رکھی گئی کہ مشترکہ اجلاس میں کسی فیصلے کے لئے ملک کے دونوں صوبوں سے کم از کم تیس تیس فیصد ووٹوں کا آنا ضروری ہے۔

6- اسمبلی کا خاتمہ:

اب آئندہ چند ہفتوں میں اسمبلی کو دستور سازی کا کام کرنا تھا لیکن گورنر جنرل کے کچھ اور ہی منصوبے تھے۔ 24 اکتوبر 1954ء کو اس نے دستور ساز اسمبلی توڑ دی اور دلیل یہ پیش کی کہ اسمبلی عوام کا اعتماد کھو بیٹھی ہے اور اپنے فرائض انجام نہیں دے رہی۔ عام تاثر یہ تھا کہ چونکہ اسمبلی گورنر جنرل کے اختیارات محدود کرنے کی کوشش کر رہی تھی اس لئے گورنر جنرل نے اسمبلی توڑ دی۔

اب گورنر جنرل نے بہت زیادہ طاقت حاصل کر لی تھی۔ اس نے اپنی مرضی سے وزیراعظم کو برطرف کیا۔ کابینہ کے امور میں اکثر مداخلت کی اور پارلیمانی روایات کا کبھی احترام نہیں کیا۔ اسمبلی نے عبوری دستور

کی ان دفعات میں ترمیم کے ذریعے پارلیمانی اداروں کا توازن بحال کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے گورنر جنرل کو اس قدر اختیارات حاصل تھے لیکن اس کا الٹا نتیجہ نکلا اور جمہوری اداروں کو زبردست دھچکا لگا۔

7- وفاقی عدالت اور دستور ساز اسمبلی:

گورنر جنرل کے اس غیر آئینی اور بلا جواز اقدام کے خلاف اسمبلی کے اسپیکر مولوی تمیز الدین نے سندھ چیف کورٹ سے درخواست کی کہ وہ حکومت کو اسمبلی کے امور میں مداخلت سے باز رہنے کا حکم دے۔ سندھ چیف کورٹ نے متفقہ طور پر مولوی تمیز الدین کے حق میں فیصلہ دیا اور کہا کہ اسمبلی ایک خود مختار ادارہ ہے اور گورنر جنرل کو اسے توڑنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں۔ گورنر جنرل نے اس فیصلے کے خلاف وفاقی عدالت میں اپیل کی۔ وفاقی عدالت نے ایک کے مقابلے میں چار کے اکثریتی فیصلے کے ذریعے گورنر جنرل کے اقدام کو درست قرار دیا اور مولوی تمیز الدین کی درخواست مسترد کر دی۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عدالت نے اس بارے میں کچھ نہ کہا کہ آیا اسمبلی توڑنے کا گورنر جنرل کا اقدام قانونی ہے یا نہیں۔ اس نے زیادہ تر زور اس بات پر دیا کہ سندھ چیف کورٹ کو گورنر جنرل کے فیصلے کے بارے میں کوئی حکم جاری کرنے کا اختیار نہیں۔ چیف جسٹس محمد منیر نے کہا کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ (233-الف) جس کے تحت سندھ چیف کورٹ کو اختیار حاصل تھے کوئی قانونی حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ گورنر جنرل نے اس پر دستخط نہیں کئے۔ اس فیصلے سے یہ تاثر ختم ہو گیا کہ دستور ساز اسمبلی ایک خود مختار ادارہ ہے۔

8- دوسری دستور ساز اسمبلی اور ون یونٹ:

دوسری دستور ساز اسمبلی کا اجلاس 7 جولائی 1955ء کو مری میں ہوا۔ اس اسمبلی کی حیثیت پہلی اسمبلی سے مختلف تھی۔ کوئی سیاسی جماعت اس قدر نشستیں حاصل نہ کر سکی کہ وہ اکثریتی جماعت کا دعویٰ کرتی۔ مسلم لیگ سب سے بڑی جماعت تھی۔ جس نے 80 ارکان کے ایوان میں 25 نشستیں حاصل کیں۔ دوسری اہم جماعتوں میں یونائیٹڈ فرنٹ نے 16 اور عوامی لیگ نے 12 نشستیں حاصل کیں۔

مغربی پاکستان کے چار صوبے ملک کے دونوں حصوں کے درمیان برابری قائم کرنے میں ایک رکاوٹ تھے۔ مغربی پاکستان کے چار صوبوں کی مجموعی آبادی مشرقی پاکستان کی آبادی سے کم تھی۔ اسمبلی نے سوچا کہ دستور سازی کا کام شروع کرنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ ان چار صوبوں کو ملا کر ایک صوبہ بنادیا جائے۔ اس طرح ایک متوازی اور مساوی حیثیت کا آئینی فارمولا تیار کرنے میں آسانی رہے گی۔ چنانچہ یہ معاملہ ملک کے مغربی حصے کی صوبائی اسمبلیوں کو پیش کر دیا گیا جہاں ان صوبوں کو ملا کر ایک صوبہ بنانے کی منظوری دے دی گئی۔

ون یونٹ کا مسودہ حسین شہید سہروردی نے تیار کیا۔ جو مشرقی بنگال کے ایک ممتاز سیاست دان

اور عوامی لیگ کے سربراہ تھے۔ 30 ستمبر 1955ء کو اسمبلی نے یہ بل منظور کر دیا۔ (تقریباً 3,10,000 مربع میل کا علاقہ ملا کر ایک صوبہ بنادیا گیا جس کا نام مغربی پاکستان رکھا گیا مشرقی بنگال کا نام مشرقی پاکستان رکھا گیا۔ اس طرح ملک دونوں صوبوں کے درمیان برابری کے فارمولے پر عمل درآمد کے لئے تیار تھا)۔ انتظامی نقطہ نگاہ سے اسمبلی کے اس اقدام کی تعریف کی گئی۔ ون یونٹ کے حامیوں کا خیال تھا کہ اس سے دستور سازی میں آسانی پیدا ہوگی اور روز افزوں صوبائیت ختم ہوگی۔ تاہم اس کے مخالفین کہتے تھے کہ ون یونٹ کے قیام سے مشرقی پاکستان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور مغربی پاکستان کے صوبے اس کے خلاف متحد ہوئے ہیں۔ جہاں تک صوبائیت ختم کرنے کا سوال ہے تو یہ محض خام خیالی تھی کہ صوبائی حدود ختم ہو جانے سے قومی استحکام پیدا ہوگا۔ مسئلے کا اصلی حل یہ تھا کہ دونوں کے درمیان اقتصادی اور سماجی ناہمواریوں کی طرف فوری طور پر توجہ دی جاتی۔

ون یونٹ بل کے بعد مغربی پاکستان کی ایک عبوری مقننہ قائم کی گئی جس میں پنجاب اپنے حصے سے کم نشستیں لینے پر رضامند ہو گیا پنجاب نے اس بات پر رضامندی کا اظہار اس لئے کیا کہ دوسرے چھوٹے صوبوں کے ساتھ بھائی چارے کی فضا پیدا ہو اور اس بات کا خدشہ نہ رہے کہ ون یونٹ میں پنجاب کو بالادستی حاصل ہوگی۔ اس جذبے کے اظہار کے طور پر پنجاب آئندہ دس برسوں کے لئے اپنے علاقے کے کسی وزیر اعلیٰ کے حق سے دستبردار ہو گیا۔ مشتاق احمد گورمانی کو مغربی پاکستان کا گورنر مقرر کیا گیا اور ڈاکٹر خان صاحب کو وزیر اعلیٰ بنایا گیا جو آزادی سے پہلے کانگریس میں شامل تھے اور گورنر جنرل کے ایک قریبی دوست تھے۔

☆☆☆☆☆